سوال

(16) قبر میں نبوت محمدی کے متعلق سوال کی نوعیت

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا مردے سلام اور دعائے مسنون سن سکتے ہیں نیز اس دعا کا کیا مطلب ہے اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم . یہاں پر ''یا'' سے کیا مراد ہے ؟ نیز جب قبر میں تیسرا سوال کیا جاتا ہے کہ اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے تو کیا قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی حاضر کیا جاتا ہے ؟ اس حدیث کی پوری تشریح کر دیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

واضح ہو کہ قرآن وحدیث کے نصوص صریحہ صحیحہ سے جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے اور سماع اموات کا مروجہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے دلائل یہ ہیں :

أَو كَالَّذى مَرَّ عَلىٰ قَريَةٍ وَهِىَ خاوِيَةٌ عَلىٰ عُروشِها قالَ أَنّىٰ يُحيۦ هـٰذِهِ اللَّهُ بَعدَ مَوتِها فَأَماتَهُ اللَّهُ مِا۟ئَةَ عامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قالَ كَم لَبِثتَ قالَ لَبِثتُ يَومًا أَو بَعضَ يَومٍ قالَ بَل لَبِثتَ مِا۟ئَةَ عامٍ فَانظُر إِلىٰ طَعامِكَ وَشَرابِكَ لَم يَتَسَنَّه وَانظُر إِلىٰ حِمارِكَ وَلِنَجعَلَكَ ءايَةً لِلنّاسِ وَانظُر إِلَى العِظامِ كَيفَ نُنشِزُها ثُمَّ نَكسوها لَحمًا فَلَمّا تَبَيَّنَ لَهُ قالَ أَعلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلىٰ كُلِّ شَىءٍ قَديرٌ ٢٥٩ ... سورة البقرة

''یا اس شخص کے مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا، پوچھا کتنی مدت تجھ پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا، پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ''

تفسیروں کے مطابق آیت شریفہ میں عزیر کی واردات کا بیان ہے۔ وہ سو برس مرے رہے۔ سو برس کے اندر دھوپ، سردی پڑی، بادل گرجے، بجلیاں کوندیں، آدمی چلتے پھرتے رہے مگر ان کو کسی بات کی خبر نہ ہوئی۔ اگر مردہ میں زندوں کا کلام اور فریاد سننے کی طاقت ہوتی تو بادل کا گرجنا ضرور سنتے، انقلابات زمانہ سے باخبر ہوتے، مردوں کے نہ سننے کے متعلق یہ سب بڑی دلیل ہے کہ عزیر کو نہ کچھ سنائی دیا اور نہ دکھائی دیا۔

وَما أَنتَ بِمُسمِعٍ مَن فِى القُبورِ ٢٢ ... سورة الفاطر

یعنی ''اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ ﴿٨٠﴾ ... سورة النمل

یعنی ''بیشک آپ نہ مُردوں کو سنا سکتے ہیں۔''

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ﴿٥﴾ ... سورة الأحقاف

''اوراس سے بڑھ کرگمراہ اور کون ہوگا؟ جواللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔''

إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ... سورة الفاطر

یعنی ''اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ آپ کو کوئی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا۔''

یہ پانچ نصوص قرآنیہ دلیل ہیں اس بات کی کہ مردوں میں سننے اور جواب دینے کی سرے سے اہلیت نہیں۔

احادیث: بہت سی احادیث کی رو سے بھی سماع موتیٰ کی نفی ہوتی ہے۔

شبہات کا جواب:

السلام علیکم یا اہل القبور میں حرف ''یا'' ندا اور خطابات کے معروف معنی میں نہیں کہا جاتا بلکہ اس بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قبرستان جا کر ایسا کہو اس سے خطاب سے استدلال کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ مردے سنتے ہیں صحیح نہیں، حدیث صحیح میں ہے نم کنومۃ العروس) مشکوۃ ص: فصل ثانی ص 25) یعنی ''فرشتے مسلمان میت کو کہتے ہیں کہ تو چونکہ مسلمان ہے اور ٹھیک جواب دے چکا ہے، لہٰذا نئی نویلی دلہن کی طرح سو جا، اور ظاہر ہے سوئے ہوئے کو کچھ سنائی نہیں دیتا۔ کیونکہ نیند اور سماع دو متضاد چیزیں ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بذات خود مردے میں سننے کی سرے سے اہلیت نہیں ہوتی ہاں جب اللہ تعالیٰ چاہے تو کسی خاص وقت یا خاص موقع پر کوئی خاص بات ان کو سنانا چاہتا ہے تو وہ سنوا دیتا ہے۔ تفسیر فتح البیان تالیف نواب صدیق حسن خان میں ہے:

وظاہر نفی إسماع الموتی العموم، فلا یُخَصُّ منہ إلا ما ورد بدلیل، کما ثبت فی الصحیح أنہ صلی اللہ علیہ وسلم خاطب القتلی فی قلیب بدر، فقیل لہ یا رسول اللہ انما تکلم اجسادا لا ارواح لہا وکذا ما ورد من ان المیت یسمع خفق نعال المشیعین لہ إذا انصرفوا (فتح البیان ص85 ج7)

اسی طرح فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

وقال ابن التین. لا معارضۃ بین حدیث ابن عمر والآیۃ، لأن الموتی لا یسمعون بلا شک، لکن إذا أراد اللہ إسماع ما لیس من شانہ السماع لم یمتنع، کقولہ تعالی: [إنا عرضنا الأمانۃ] الآیۃ، وقولہ: [فقال لہا وللأرض ائتیا طوعا أو کرہا] (فتح البیان)

یعنی ابن تین کہتے ہیں کہ حدیث ابن عمر اور آیت انک لا تسمع الموتیٰ میں کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے۔ مردے بلاشبہ نہیں سنتے مگر جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے تو جمادات اور غیر ذی عقل کو بھی سنا سکتا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پر بار امانت پیش کیا تھا حالانکہ زمین و آسمان میں اس کی سرے سے اہلیت نہ تھی اور پھر ان کو تکوینی طور پر بلایا تو وہ بلا چوں و چرا بارگاہ صمدی میں حاضر ہوگئے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہے تو مردوں کو بھی سنا سکتا ہے، مگر مردوں میں اپنے طور پر کچھ بھی سننے کی اہلیت اور سکت نہیں ہوتی۔

(ب) واضح ہو کہ ماتقول فی ہذاالرجل میں کلمہ اسم اشارہ ہے جو موجود اور حاضر چیز کے متعلق خواہ مشارالیہ خارج سے جانے پہچانی ہے اور کوئی دوسرا پیغمبر اس ناموری میں آپ کا شریک وسہیم نہیں لہٰذا آپ کو نہ لایا جاتا ہے نہ پردے اٹھائے جاتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے متعلق سوال کیا جاتا ہے کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا دور ہے اور جس کی امت کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہے کیا تم اس کو نبی مانتے ہو؟

چنانچہ صحیح بخاری میں ہے

عن انس ماتقول فی ہذاالرجل لمحمد؟ (صحیح البخاری، باب ماجاء فی عذاب القبرج1ص178)

''تو اس شخص کے متعلق یعنی محمد ﷺ'' کے متعلق کیا کہتا ہے؟ (اس کو مانتا ہے) صحیح بخاری کے حاشیہ میں ہے:

قیل یکشف للمیت حتی یری النبی وہی بشری عظیمۃ للمومن ان صح ذالک ولا نعلم حدیثا صحیحا مرویا فی ذالک والقائل بہ انما استند لمجرد ان الاشارۃ لاتکون الا للحاضر لکن یحتمل ان تکون الاشارۃ لمافی الذہن فیکون مجازاقالہ. (العسقلانی ص184، ج1)

یعنی ''بعض کا خیال ہے کہ بطور انکشاف رسول اللہ ﷺ سامنے ہوتے ہیں لیکن اس کا ثبوت مل سکے تو مسلمان کے لیے یہ بہت بڑی خوش خبری ہے، مگر یہ کسی صحیح حدیث سے مروی نہیں۔

یہ روایت جس نے ذکر کی ہے اس کو اسم اشارہ سے مغالطہ ہوا ہے کہ ''ھذا'' موجود فی الخارج کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے حالانکہ لفظ ''ھذا'' موجود فی الذہن کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور یعنی مجاز کے طور پر بھی۔ چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث ابوسفیان میں ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اپنے دربار میں عربوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور جب ابوسفیان اور ان کے ساتھی مسلمان نہ تھے ہرقل کے دربار میں پیش کیے گئے۔ ہرقل نے کہا: میرے پاس اس آدمی کی چھٹی آئی ہے اور پھر کہا:

ایکم اقرب نسبا بہذاالرجل الذی یزعم انہ نبی؟ (صحیح البخاری ص4ج1)

یعنی ''تم میں سے کون شخص نسب کے لحاظ سے اس شخص کے زیادہ قریب ہے جو کہتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے؟''

غور فرمائیے کہ ہرقل حمص (شام کے علاقہ میں) اور رسول اللہ ﷺ مدینہ میں درمیان میں سینکڑوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ اور دوری اور بعد کے باوجود ہرقل حمص میں غیر موجود محمد ﷺ پر لفظ ''ھذا'' بول رہا ہے۔ اس کے اور بھی بہت نظائر مل جائیں گے۔ (صحیح بخاری ص18و39و126و144و373و412و544و615و633)

لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ موجود فی الذہن پر کلمہ ھذا مجازاً بول دیا جاتا ہے۔ ہر قبر میں جناب رسول اللہ ﷺ کا حاضر ہونا بالکل بے دلیل اور کچی بات ہے۔ رہا حافظ عبداللہ روپڑی کا موقف تو وہ صرف کسی صحیح حدیث پر مبنی نہیں بلکہ جمہور اہل الحدیث اور سلف وخلف کے سراسر متصادم ہے لہٰذا درخواعتنا ہرگز نہیں۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص148